السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

زکوۃ کی مدسے اور عشر سے مدرس کی تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں یا مدرسہ کے کسی خرچ میں مثلاً کتب خانہ یا مرمت میں لگا سکتے ہیں ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف فی سبیل اللہ کی تفسیر میں بعض علماء عام کرتے ہیں، وہ ہر نیک کام میں زکوٰۃ خرچ کرنا جائز کہتے ہیں، نیک کاموں میں مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی دیگر ضروریات بھی شامل ہیں۔ (۲۶ رجب ۱۳۶۲ھ)

شرفیہ : ... میں کہتا ہوں کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں بعض علماء نے کتنی وسعت کی ہے کہ کوئی شئے بھی اس کے شموں سے باہر نہیں جاسکتی تو پھر آٹھ مصارف کے بیان کی کیا ضرورت تھی، غور کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین وغیرہ جمہور کو صحابہ کو شہر کی حفاظت خندق وغیرہ مساجد، کنواں، مردوں کے کفن و دفن پلوں وغیرہ کی ضرورت تھی۔ مگر مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ کبھی بھی آپ نے یا خلفاء راشدین نے زکوٰۃ کے مال میں سے ان امور پر صرف کیا ہو، اس سے ثابت ہوگیا کہ باوجود ضرورت، مال زکوٰۃ کو ان پر صرف نہ کرنا، اور طرح سے ان امور کو سرانجام دینا، مال زکوٰۃ کو ان پر صرف نہ کرنے کی بین دلیل ہے، اور لفظ فی سبیل اللہ کا عموم یا کلیہ نہ ہونے پر بھی صحیح مسلم وغیرہ کی مرفوع حدیث بھی ہے کہ عبد المطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مال زکوٰۃ کی تحصیل پر ہم کو مقرر کردیں، تاکہ ہم بھی وصول کرکے کچھ معاوضہ لیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ مال زکوٰۃ اوساخ الناس ہے، وانہا ط تحل لمحمد والا آل محمد ﷺ صفحہ ۳۴۳ جلد ا صفحہ ۳۴۵ جلد ا۔ ثابت ہوا کہ سادات نبی ہاشم کی ضرورت کو پورا کرنا فی سبیل اللہ میں داخل تھا۔ مگر پھر بھی ان پر جائز نہیں، اور مفت بھی نہیں، محنت تھی، مگر پھر بھی ناجائز ثابت ہو کہ ویسے ہی مساجد خانہ خدا پر بھی اوساغ ان میں صرف کرنا جائز نہیں، کفن دفن پر بھی جائز نہیں، کہ مال زکوٰۃ حق زندوں کا ہے، مردوں کا نہیں، اور نہ فقراء و مساکین مصارف مذکورہ فی القرآن زندوں اور مردوں دونوں کا حق مساوی ہوگا، تو مال زکوٰۃ زندوں کا حق مردوں ہی پر پورا نہ ہوگا، چہ جائیکہ قلعے مساجد وغیرہ ان کی تجدید ہی مشکل ہوگی، اذلیس فلیس اور پلوں اور سڑکوں، قلعوں، نہروں، چشموں، مسافر خانوں، لنگر خانوں، شہروں کی فصیلوں غرباء تجار جن کے پاس کاروبار چلانے کو روپیہ کم ہو، اور ان کو اور کاشتکاروں کو قرض دینا وغیرہ کہ یہ فی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہیں، ان پر صرف کیا جائے گا، تو اس صورت میں بھی زندوں، فقراء و مساکین وغیرہ مصارف کے لیے خاک بھی نہیں بچ سکتا، اور یذکر عن ابی اساس قال حملنا النبی ﷺ علی ابل الصدقة للحج انتہیٰ مافی ترجمة البخاری۔ اول تو یذکر ہے، دوسم اس میں تصریح نہیں کہ وہ لوگ غنی تھے، اور صرف حج ہی باعث حمل تھا، بظاہر وہ زکوٰۃ کے مستحق معلوم ہوتے تھے، یہی جواب عبد اللہ بن عباس کے قول یعطی فی الحج کا ہے، اور قال الحسن ان اشتری اباہ من الزکاة جاز بہ فی الرقاب کا ایک فرد ہے، اور غنیاء کو مال زکوٰۃ لینے کے متعلق حدیث مرفوع میں آچکا ہے۔

((لغاز فی سبیل اللہ اولعامل علیہا اولغارم اولرجل اشترا بحالہ اولرجل کان لہ جار مسکین تفصدق علی المسکین فاہدی المسکین علی الغنی رواہ مالک وابوداؤد ومشکوۃ)) (ص ۱۶۱ جلد ا)

خلاصہ : یہ کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں ایسی وسعت نہیں کہ دنیا کی تمام ضروریات کو شامل ہو، جیسے کہ بعض علماء نے حواشی مذکورہ میں کیا ہے، پس اس سے جہاد میں صرف کرنا مراد ہے، ہاں اگر کسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح کی نص سے کسی شئی میں کسی کو علاوہ جہاد کے صرف کرنے میں ثابت ہوجائے، تو فبہا ورنہ نہیں اور دینی مدارس جہاں کتاب و سنت کی تعلیم باقاعدہ ہوتی ہو، کتاب و سنت پر عمل بھی صحیح طور پر ہو، صورت و سیرت کتاب و سنت کے مطابق ہو، وہاں دینی جائز ہے، اور صرف یہی نہیں کہ تعلیم انگریزی ہندی تعلیم وغیرہ دنیوی علوم کی ہو، اور برائے نام کچھ عربی کا قلیل اقل شغل رکھ لیا ہو، نہ صورت نہ سیرت نہ نماز کی پابندی نہ اور فرائض کی، نہ اخلاق حمیدہ، نہ اساتذہ پابند شرح، بلکہ بعض شرع کا مذاق اڑانے والے تو وہاں قطعاً جائز نہیں، پس قسم اول ہی کو دینی جائز ہے، اور مدارس مذکورہ جن کو جائز ہے، ان میں طالب العلم اصل ہیں، جو عموماً نادار، مفلس ہوتے ہیں، یا جن کو والدین وغیرہ علم دین حاصل نہیں کرنے دیتے، اور وہ گھر سے نکل کر عموماً پردیس پڑھتے ہیں، وہ ابن السبیل بھی ہوتے ہیں، مسکین فقیر بھی پھر ان کے خورد و نوش، لباس و قیام کتب وغیرہ کا انتظام جس میں مدرسین جزاول ہیں، پھر اگر وہ نادار ہوں یعنی وہ صاحب جائداد نہیں، کہ درس دے کر، ان کو ضروریات کے لیے مدرسہ سے لینے کی ضرورت نہ ہو تو، پھر ان کو بھی جائز نہیں، ورنہ جائز ہے، کہ اگر وہ کام کرتے، تو تنخواہ سے اپنی ضروریات پوری کرتے، اب مدرسے سے کریں گے، مدرسہ کی تعمیر کتب کی خرید، جلد سازی بھی بلکہ اگر مدرسہ میں اور رملازم منشی وغیرہ کی ضرورت ہو وہ بھی مدرسہ میں داخل ہے، جیسے بیت المال یا تحصیل زکوٰۃ میں قرون ثلاثہ میںتھا، ہاں یہ بھی ضروری ہے، کہ متولی اور ناظم مدرسہ پابند شرع خداترس ذی علم جو کتاب و سنت سے اچھی طرح واقف ہو، اور انتظام کا مادہ بھی۔ اور حتی الامکان وہ زکوٰۃ کے مال کو وہیں صرف کرے، جہاں جہاں کرنا چاہیے، اس لیے کہ مدارس میں اور طریق سے بھی چندہ وصول ہوتا ہے، اور مدون میں حتی الامکان اور چندوں سے صرف کرے، ہاں چرم قربانی بھی مدارس مذکورہ دینیہ میں دی جاسکتی ہیں، اور جب ثابت ہوچکا کہ قرآن شریف میں {اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الایة} میں لام لبیان المصرف ہے، للتملیک نہیں کمافی الفتح اور مصرف صرف آٹھ ہی ہیں، اور لفظ فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد میں ہی صرف کرنا مراد ہے، ورنہ اگر ایسا عام مراد ہوتا، جیسے بعض علماء نے لکھا ہے کہ کوئی چیز کوئی مصرف اس سے باہر نہیں رہتا، دنیا کے مصارف اس میں آجاتے ہیں، تو پھر آٹھ کا بیان ہی معاذ اللہ فضول ہے، ((وَاِذَا لَیْسَ فَلَیْسَ)) اگر یہ لفظ اول آیة میں ہوتا تو اس کے بعد کو اس کی تفسیر بنایا جاتا، اور اگر اس کو سب سے آخر ہوتا تو تعمیم بن تخصیص سو یہ بھی نہیں، تو پھر سوا اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ یہ ایک مستقل چیز ہے، جو اقسام کو جو اس کے ساتھ مذکور نہیں، ان کو شامل ہو اس لیے کہ تقسیم اقسام میں تقابل اور ہر ایک دوسرے کا قسیم ہوتا ہے، اور عموم مذکور میں شمول ہوتا ہے، لہٰذا تفسیر بعض علماء قطعاً باطل ہے، صرف جہاد ہی مراد ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے، اگر زکوٰۃ میں اتنی وسعت نہ کی جائے، تو اور مصارف کفن دفن موتی، مساجد و چاہ وغیرہ کیسے نہیں تو جواب یہ ہے، کہ کتاب و سنت میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال صرف کرنے کا ذکر یا ترغیب ہے، اس میں سے ان امور کو سرانجام دیا جاسکتا ہے، بلکہ دیا جاتا تھا، زکوٰۃ کے مصارف کو تو خود اللہ تعالیٰ نے متعین کردیا ہے، اور جانتا بھی ہے، اور تھا کہ فلاں فلاں امور کی ضرورت ہوگی، پھر بھی آٹھ ہی مصرف کو بیان کیا، عام نہ رکھا، ہاں اور طرح اور مصارف یا اور اشیاء کو بیان کردیا وہ یہ ہے :

{قال اللہ تعالیٰ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللہِ الایة} (پ ا ع ۳)

{وقال اللہ تعالیٰ وَمَا تُنفِقُوا مِن خَيرٍ فَلِأَنفُسِكُم الاية} (پ ۳ ع ۵)

دیکھئے زکوٰۃ کے بعد جس چیز کا بیان ہے، وہ ہر قسم کے خرچ کو شامل ہے، جو مشروع ہو۔

((وقال رسول اللہ ﷺ ان فی المال لحقا سوی الزکوٰۃ ثم تلا لَيسَ اَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُم قِبَلَ المَشرِقِ وَالمَغرِبِ الاية)) (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی)

مشکوٰۃ جلد ۱۶۹ جلد ۱:

((وعن سعد بن عبادۃ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحضر بیراً فقال ھذہ لام سعد رواہ ابوداؤد والنسائی مشکوٰۃ ص ۱۶۹ جلد نمبر ۱))

((وقال رسول اللہ ﷺ اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلاثۃ الا من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۳۲ جلد نمبر ۱))

((وقال ایضاً ان مما یلحق للمؤمن من عملہ حسنۃ بعد موتہ علماً علمہ ونشرۃ وولداً صالحاً ترکہ او مصحفاً ورثہ او مجدا بناہ او بیتا لابن السبیل بناہ او نھرا اجراہ او صدقۃ اخرجھا من مالہ فی صحتہ وحیوتہ رواہ ابن ماجہ والبیھقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ص ۳۶ جلد ۱))

((قال رسول اللہ ﷺ من یشتری بئر رومۃ یجعل ولوہ مع ولا المسلمین بخیر لہ منھا فی الجنۃ الحیدث رواہ الترمذی والنسائی والدارقطنی مشکوٰۃ ص ۵۶۱ جلد نمبر ۱))

((وقال رسول اللہ ﷺ من بنی للہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۶۸ ج نمبر ۱))

ان مذکورہ میں مدارس کی تعمیر بھی آسکتی ہے، اور ہر قسم کے مصارف وضروریات عامہ اور ہر جگہ و ہر حال وموقعہ ناداری کا عذر غلط ہے، جب بعض زکوٰۃ دیتے ہیں، تو ویسے بھی خرچ کے مستحق بلکہ بعض اوقات ان پر یہ ضروری ہوجاتے ہیں، اور کفن دن تو اہل اسلام پر موتٰی کا حق ہے۔

(قال رسول اللہ ﷺ اذا کفن احدکم اخاہ فلیحسن کفنہ رواہ مسلم وقال ایضاً لَبِسُوا مِن ثِیابِکُمُ البیض فانھا من خیر ثیابکہ وکسنوا فیھا موتاکم رواہ الخمسۃ الا النسائی وصیحہ الترمذی)) (بلوغ المرام) (ابوسعید شرف الدین دہلوی)

جواباً عرض ہے:... کہ فقیر کے نزدیک تعمیر مدرسہ، تنخواہ مدرسین، امداد طلبہ وفی سبیل اللہ کے عموم میں داخل ہے، اس لیے کہ لفظ مذکور عام ہے، بعض مفسرین بھی اس طرف گئے ہیں، چنانچہ تفسیر خازن میں ہے:

((قال بعضھم ان اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی الغزاۃ فقط ولھذا اجاز بعض الفقھاء صرف سھم سبیل اللہ الی جمیع وجوہ بخیر من تکفین الموتٰی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المسجد وغیر ذالک لان قولہ وفی سبیل اللہ عام فی الکل فلا تختص دون غیرہ انتھیٰ)) (مطبوعہ مصر ص ۲۴۰ جلد نمبر ۱)

''بعض مفسرین (قفال وغیرہ) نے کہا ہے، کہ لفظ سبیل اللہ عام ہے، پس اس کو محض غازیوں پر منحصر کرنا جائز نہیں۔ اس لیے بعض فقہا نے حصہ سبیل اللہ کا تمام وجوہ میں صرف کرنا جائز رکھا ہے، جیسے مردوں کا کفن دفن اور پلوں اور قلعوں کا بنانا، مساجد کی تعمیر اور اس کے سوا جیسے مدرسہ کی تعمیر وغیرہ اس لیے کہ اللہ کا فرمان فی سبیل اللہ ہر ایک کو عام ہے پس وہ غزوہ ہی کے ساتھ خاص نہ ہوگا۔''

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

((اعلم ان ظاھر اللفظ فی قولہ وفی سبیل اللہ لا یوجب الفقراء علی الغزاۃ فلھذا المعنی نقل القفال فی تفسیرہٖ عن بعض الفقھاء انجد اجاز واصرف الصدقات الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتٰی وبناء الحصون وعمارۃ المساجد لان قولہ فی سبیل اللہ عام فی الکل انتھیٰ)) (مفاتیح الغیب مصری ص ۶۸۱ جلد نمبر ۲)

''یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کے قول وفی سبیل اللہ کا ظاہر لفظ موجب حضر پر مجاہدین ہے، اس معنی کے لحاظ سے امام قفال مروزی (محدث) نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کا تمام وجوہ خیر میں صرف کرنا جائز رکھا ہے، جیسے تکفین موتی اور قلعوں کا بنانا اور مساجد کی تعمیر اس لیے کہ اللہ کا قول وفی سبیل اللہ ہر امور (خیر) کو عام ہے۔''

ایسا ہی خاتمہ المفسرین نواب صدیق الحسن صاحب مرحوم نے تفسیر فتح البیان میں فرمایا ہے، حیث قال:

((ان اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی نوع خاص ویدخل فیہ وجوہ الخیر من تکفین الموتٰی وبناء الجسور وعمارۃ المساجد وغیر ذالک انتھیٰ)) (فتح البیان۔ مصری س ۱۲۴۔ جلد نمبر ۴)

''بے شل لفظ (سبیل اللہ) عام ہے، پس اس کو ایک خاص قسم (غزوہ) پر منحصر کرنا جائز نہیں، اس میں نیکی کے تمام اقسام داخل ہیں، کفن، موتی، پل اور قلعوں کا بنانا، مسجدوں کی تعمیر کرنا اور بھی اس کے سوا (جیسے تعمیر مدرسہ وغیرہ) انتھیٰ۔''

ان عبارات سے ظاہر وباہر ہے کہ لفظ سبیل عام ہے، جو ہر نیک کام کو شامل ہے، اس یمطلباء کی امداد واعانت بھی شامل ہے، جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے۔

((من انفق مالہ فی طلبۃ العلم صدق انہ انفق فی سبیل اللہ ص ۵۱ مطبوعہ ہاشمی))

''جس نے اپنا ملا طالب علموں پر صرف کیا اس کی بابت یقیناً کہا جائے گا کہ یہ خرچ ثمانیہ سے سبیل اللہ میں داخل ہے۔''

اسی طور سے تعمیر عمارت مدرسہ بھی مال زکوٰۃ سے فی سبیل اللہ میں داخل ہے، کام مربیانہ فقیر کے نزدیک اسی طور سے تنخواہ علماء مدرسین بھی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

امام شوکانی وبل الغمام میں لکھتے ہیں:

((ومن جملۃ فی سبیل اللہ الصرف فی العلماء فان لھم فی مال اللہ نصیبا سواء کانوا اغنیاء او فقراء بل الصرف فی ھذہ الجھۃ من اھم الامور وقد کان علماء الصحابۃ یاخذون من جملۃ ھذہ الاموال التی کانت تفرق بین المسلمین علی ھذہ الصفۃ من الزکوٰۃ اہ ملحضاً)) (دلیل الطالب ص ۴۳۲)

''منجملہ سبیل اللہ کے علمائے کرام پر صرف کرنا بھی ہے، اس لیے کہ ان کا بھی اس مال میں حصہ ہے خواہ وہ امیر ہوں، یا فقیر، بلکہ اس راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے، علماء صحابہ (رضی اللہ عنھم اجمعین) بھی ان مالوں سے لیتے تھے، جو مسلمانوں پر مد زکوٰۃ سے تقسیم ہوتے تھے۔''

نواب محمد صدیق حسن صاحب مرحوم اس عبارت شوکانی کا ترجمہ اپنی کتاب المعرف الجاوی میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

سبیل اللہ مختص بہ جہاد نیست۔ منجملہ سبل خدا صرف زکوٰۃ در اہل علم است۔ ایشاں را نصیبے در مال خدا است توانگر باشد یا گدا۔ بلکہ صرف آں دریں جہت از ہم امور است الخ (ص ۱۷)

خاکسار تفسیر سبیل اللہ میں انہیں اصحاب مذکورین کا ہمنوا ہے، اور اب تک اسی خیال پر قائم ہے، سائل موصوف کی اگر اس سے تشفی ہوجائے، اور خدا کرے کہ ہوجائے تو فبہاء ورنہ ان کے نزدیک جو حق ہو آشکارا فرمائیں۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۴۴۹)

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 7 ص 186-192